(غلام گردش)

تیزاب میں جھلستی روحیں

نعیمہ کی چار سالہ معصوم بیٹی اسے جب بھی دیکھتی ہے، خوف اور ڈر سے چیخیں مارنے لگتی ہے۔ معصوم ثمینہ اپنی ماں کو پہچان ہی نہیں سکتی۔ کوئی اجنبی شخص بھی جب نعیمہ کو پہلی بار دیکھتا ہے تو وہ بھی شکل دیکھ کر خوف کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ اس بدنصیب عورت کا پورا چہرہ مکمل طور پر مسخ ہو چکا ہے۔ داہنی آنکھ ختم ہو چکی ہے اور اس پر جلد چڑھ چکی ہے۔ ماتھے، گالوں اور ٹھوڑی پر بڑے بڑے زخم ہیں۔ چہرے کی نازک جلد جھلس کر اکثر جگہ سے سکڑ چکی ہے۔ یہ کوئی انسانی چہرہ نہیں لگتا۔ ہاں! اوپر والا ہونٹ مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے۔ آج کی نعیمہ ہمارے سماجی رویوں کا وہ چہرہ ہے جو دراصل حقیقت پر مبنی ہے۔ اوپر سے بہت خوبصورت اور دیدہ زیب۔ تھوڑا سا کھرچے تو اندر گند ہی گند، منافقت ہی منافقت اور بدصورتی ہی بدصورتی۔ مگر نعیمہ اس حال میں بھی قطعاً بدصورت نہیں ہے۔

مظفر گڑھ میں رہنے والی بدقسمت لڑکی عین جوانی میں بیوہ ہوگئی۔ خاوند ٹریفک حادثے کا شکار ہوگیا۔ چند ماہ بعد، نعیمہ کی شادی سابقہ شوہر کے بڑے بھائی سے کر دی گئی۔ وہ شادی شدہ تھا اور اسکے چار بچے تھے۔ دوسری شادی خاندان کی مرضی سے ہوئی تھی۔ ہمارے معاشرے میں عورتوں کے حقوق پر بات کرنا عبث ہے کیونکہ انہیں تو بھیڑ بکریوں سے زیادہ حقوق نہیں دیے جاتے۔ ہم تو اس درجہ ظالم لوگ ہیں کہ اپنے عظیم دین کے حوالہ سے بھی خواتین کو انکے حقوق نہیں دیتے۔ نعیمہ کی دوسری شادی ایک مجبور سا سماجی معاہدہ تھا۔ اس پر کسی کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ پر نہیں۔ اعتراض تھا بلکہ اعتراضات تھے۔ دوسرے شوہر کی پہلی بیوی نعیمہ کو بدترین دشمن سمجھتی تھی۔ نعیمہ بدقسمتی کی دہلیز پر تھی اور اسے گمان تک نہیں تھا کہ چند دنوں بعد نشان عبرت بنا دی جائیگی۔ سوکن کے بھانجے نے بازار سے تیزاب کی دو بوتلیں خریدیں۔ نعیمہ اپنی بیٹی کے ساتھ آرام سے نیند میں تھی۔ کچے گھر کے باہر صحن میں اپنے مقدر سے مکمل طور پر بے خبر۔ رات کی تاریکی میں جلاد صفت بھانجا آیا اور تیزاب کے دونوں ڈبے نعیمہ کے چہرے پر انڈیل دیے۔ بدقسمت عورت کو پتہ ہی نہیں چلا کہ اسکے ساتھ کیا ظلم روا ہوا ہے۔ چیخیں مارتی اٹھی۔ محسوس ہوا کہ چہرہ اور جسم آگ میں جل رہا ہے۔ ایک الاؤ جس میں قیامت کی تکلیف اور جلن تھی۔ نعیمہ کا چہرہ پگھل چکا تھا۔ دونوں آنکھوں کے ڈیلے باہر آچکے تھے اور چہرہ برباد ہو چکا تھا۔ بیٹی نے جب والدہ کو دیکھا تو خوف سے بے ہوش ہوگئی۔ نعیمہ ایک بھیانک چڑیل میں تبدیل ہو چکی تھی۔ نعیمہ کا علاج ہوا۔ اسلام آباد تک آئی۔ مگر غربت اور تنگ دستی کی بدولت کچھ نہ ہوسکا۔ اسلام آباد کے ایک ادارے نے اسکی بہت مدد کی۔ مگر کوئی بھی اسکا اصلی چہرہ واپس نہ لا سکا۔ آج نعیمہ گاؤں میں اپنی والدہ کے ساتھ رہنے پر مجبور ہے۔ اسکی بچی اسے دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتی ہے۔ معصوم بچی کو یقین ہی نہیں آتا کہ اسکی ماں کا محبت بھرہ چہرہ بدل چکا ہے۔ ننھی بچی اپنی ماں کو پہچان ہی نہیں پاتی۔ بدقسمتی یہ بھی ہے کہ نعیمہ کی والدہ مکمل طور پر گونگی اور بہری ہے۔ چھ سال پہلے سرزد ہونے والے اس ظلم کے مقدمے کا اب تک فیصلہ نہیں ہوا۔ نعیمہ اب کسی جگہ نہیں جاتی۔ نہ کچہری اور نہ کسی بابو کے پاس۔ اس نے اپنا مقدمہ کائنات کے مالک کی عدالت میں اپنے خشک آنسوؤں سے تحریر کر کے دائر کر دیا ہے۔

بشریٰ کا تعلق لودھراں سے ہے۔ والد ایک دہاڑی دار مزدور تھا۔ کبھی روزی مل گئی اور کبھی کبھی فاقہ پر گزارا کرنا پڑتا تھا۔ اب وہ تیرہ

سال کی تھی۔بستی میں جاوید نامی شخص بھی رہتا تھا۔جاوید تقریباً پچیس تیس کے لگ بھگ تھا۔جاوید نے بشریٰ کو ہر جگہ تنگ کرنا شروع کردیا۔تیرہ سالہ بچی جہاں بھی جاتی، جاوید اسکا پیچھا کرتا۔بشریٰ نے والد سے شکایت کی۔مگر اس بے رحم نظام میں ایک دھاڑی دار مزدور کی کیا اوقات ہوسکتی ہے۔یہ نظام تو بنا ہی طاقتور اور بدمعاش انسانوں کے تحفظ کیلئے ہے۔والد کی شکایت پر کچھ عمل نہ ہوا۔نتیجہ صرف یہ نکلا کہ جاوید نے پورے خاندان اور بالخصوص بشریٰ کو سبق سکھانے کا فیصلہ کرلیا۔بازار سے تیزاب خریدا اور ایک پچکاری میں محفوظ کرڈالا۔موقعہ پا کر بستی کے عین درمیان، جاوید نے پچکاری استعمال کی اور بشریٰ کے چہرے کے داہنی حصہ پر تیزاب پھینک دیا۔تیرہ سالہ بچی شدت تکلیف سے بے دم ہوگئی۔محسوس ہوا کہ کسی نے اسکی دائیں آنکھ میں لوہے کی سلگتی ہوئی سلاخ ڈال دی ہے۔دایاں گال پگھل گیا۔چہرے کے دو حصے ہوگئے۔معصوم بچی کا دائیں طرف کا پورا چہرہ برباد ہوگیا۔والد غربت کی بدولت کیا کرسکتا تھا۔ابتدائی علاج کروانے کے بعد بشریٰ نے خود ہمت کی۔اسلام میں موجود Acid Surviver Faoundation تک پوچھ پچھا کر پہنچ گئی۔خدا اس ادارے کا بھلا کرے، وہاں عرصہ دراز تک بچی کا مسلسل علاج ہوتا رہا۔لاتعداد آپریشن ہوئے۔بشریٰ نے ایک مضبوط فیصلہ کیا۔اپنی پوری زندگی ان بدقسمت عورتوں کے نام کردی جنکو کسی بھی وجہ سے اس کرخت معاشرہ میں تیزاب کی نذر کردیا جاتا ہے۔شروع میں بشریٰ اپنا آدھا چہرہ چھپا کر رکھتی تھی۔مگر علاج کے بعد اس میں اتنی خود اعتمادی آگئی کہ اپنا چہرہ چھپانا بند کردیا۔اسلام آباد میں واقع اس ادارے میں جو بھی مظلوم خواتین آتی تھیں، بشریٰ انکے لئے فرشتہ بن چکی تھی۔اَن پڑھ ہونے کی وجہ سے وہ علاج تو نہیں کرسکتی تھی مگر تمام المناک مراحل میں خود گزرنے کے بعد، جانتی تھی کہ ٹوٹے ہوئے انسانوں کی ہمت کیسے بڑھانی ہے۔گھنٹوں ان مسکین خواتین کو بتاتی رہتی تھی کہ وہ کافی حد تک ٹھیک ہوجائینگی۔بشریٰ نے ایک مقامی ادارے سے سلائی کڑھائی کا کام سیکھ لیا ہے۔خواتین کے کپڑے بناتی ہے۔اسلام آباد میں فروخت کرتی ہے اور پیسے اپنے غریب والدین کو بھجواتی ہے تاکہ گھر کا چولہا مسلسل طور پر چل سکے۔بشریٰ نے تکلیف اور ظلم کا جو سمندر عبور کیا ہے اس اَلم نے بشریٰ کو حد درجہ مضبوط کرڈالا ہے۔اجنبی لوگوں سے ملتی ہوئی کسی بھی احساس کمتری کا شکار نہیں ہوتی۔دنیا کو بتانا چاہتی ہے کہ اس میں زندگی کی رمق موجود ہے۔بشریٰ نے اپنے ساتھ ہونے والے ظلم کو اپنی قوت میں تبدیل کرڈالا۔ایک ادارہ اسے بنگلہ دیش لے گیا۔اس ملک میں ایسی بہت سی بدقسمت خواتین موجود ہیں جنہیں تیزاب نے برباد کرڈالا ہے۔بشریٰ نے ان عورتوں کو بھی زندہ رہنے کا حوصلہ دیا۔انکی ہمت بندھائی۔بشریٰ اب ان تمام عورتوں کیلئے امید کی وہ کرن ہے جو انہیں جینے کی وجہ فراہم کرتی ہے۔بکھرے ہوئے وجود کو سمیٹنا سکھاتی ہے۔بشریٰ اب اسلام آباد رہتی ہے۔جس ادارے میں اسکا علاج ہوا تھا، وہیں کام کررہی ہے۔زمانے نے اسے تعلیم تو نہ دی مگر تکالیف نے اسے ایک لازوال معلم بنادیا ہے۔

افشاں صرف اور صرف آٹھ برس کی تھی۔بڑی بہن ذکیہ سولہ سترہ برس کی ہوگی۔غربت کی مسلسل چکی میں پستے ہوئے بے نام سا خاندان۔ارشد اسی بستی کا مقیم تھا اور نزدیکی رشتہ دار بھی تھا۔ارشد نے ذکیہ کیلئے رشتہ بھجوایا۔خاندانی وجوہات کی بنا پر ذکیہ نے انکار کرڈالا۔ارشد کو توقع نہیں تھی کہ اسکا بھیجا ہوا شادی کا پیغام مسترد ہوجائیگا۔اب یہ اسکی اَنا کا مسئلہ تھا۔معاملات بہت بگڑ گئے۔افشاں کا خاندان تصور بھی نہیں کرسکتا کہ شادی سے یہ انکار، پورے گھر کو کتنے بڑے عذاب میں مبتلا کردیگا۔چند ماہ پہلے پورا خاندان اپنے گھر کے

باہر برامدہ میں رات کھانے کے بعد بیٹھا ہوا تھا۔ارشد اپنے دوساتھیوں کے ساتھ آیا۔ہاتھوں میں تیزاب کے ڈبے تھے۔انہوں نے پورے خاندان پر تیزاب ڈال دیا۔افشاں اور اسکی والدہ مکمل طور پر اس زہر سے جل گئے۔مقامی ہسپتال لے جایا گیا۔یہ سفر کسی ایمبولینس یا گاڑی میں نہیں ہوا بلکہ پورے خاندان کو ایک گدھا گاڑی میں لاد کر ہسپتال پہنچایا گیا۔افشاں محض آٹھ ماں کی معصوم بچی تھی۔سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اسے تختہ ستم کیوں بنایا گیا ہے۔بار بار پانی منہ پر ڈالتی تھی مگر جلن بڑھتی جاتی تھی۔ذکیہ خوش قسمتی سے بچ گئی مگر ماں کی حالت بے انتہا نازک ہوچکی تھی۔ماں زخموں کی تاب نہ لاسکی اور زندگی کی بازی ہار گئی۔افشاں کے جسم اور چہرے پر اتنے گہرے زخم تھے کہ اسے لاعلاج قرار دے دیا گیا۔چہرہ،ٹانگیں اور ہاتھ سب کچھ ختم ہوگیا۔ٹانگیں اور گھٹنے آپس میں جڑ سے گئے۔بازو صرف اور صرف گوشت کے لوتھڑے بن کر رہ گئے۔آج تک اسکا آپریشن نہیں ہوسکا۔وہ محض سانس لیتی ہوئی ایک مجسم لاش ہے۔

ہمارے ملک میں ہر سال ڈیڑھ سو سے چار سو تیزاب پھینکنے کے سنگین جرائم وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ان میں نوے فیصد خواتین مجروح ہوتی ہیں۔اکثریت کی عمر اٹھارہ برس سے کم ہوتی ہے۔تیزاب پھینکنے کا مقصد اکثر اوقات قتل کرنا نہیں ہوتا بلکہ خاتون کو ایک ایسے جہنم میں دھکیلنا ہوتا ہے جہاں وہ روز مرتی ہے اور روز جیتی ہے۔ہمارے نظام میں اس طرح کے قبیح جرائم کو ختم کرنے کیلئے کوئی ریاستی عزم نظر نہیں آتا۔چند روز،اخباروں میں چیخ و پکار اور اسکے بعد مکمل خاموشی۔پوری دنیا میں اس طرح کے جرائم کیلئے خصوصی تربیت یافتہ سرکاری عمال ہوتے ہیں مگر ہمارے ہاں ایسا کچھ بھی نہیں۔وہی تفتیشی جو گائے کی چوری کی تفتیش کر رہا ہوتا ہے،وہی تیزاب سے جھلسی ہوئی عورتوں کے مقدمات کی تفتیش کرتا ہے۔کوئی ایسا منظّم اور مضبوط ادارہ نہیں جو ان بے شکل اور کچلی ہوئی خواتین کو انصاف دلا سکے۔تحقیق کے مطابق پچاسی فیصد مقدمات تو درج ہی نہیں ہوتے۔جو مقدمات کسی دباؤ کے تحت درج ہو بھی جاتے ہیں ان میں سے اٹھانوے فیصد کبھی فیصلہ کی سطح پر نہیں پہنچتے۔پارلیمنٹ میں ان مجبور خواتین کے متعلق کبھی مدلل بحث نہیں ہوئی۔انکے مجرموں کو کبھی بھی نشان عبرت نہیں بنایا گیا۔تکلیف دہ بات یہ ہے کہ انسانی جسم کو برباد کرنے والا تیزاب ہر محلّہ اور ہر قصبہ میں سرعام فروخت ہو رہا ہے۔تیزاب کے عذاب سے جو عورتیں بدقسمتی سے زندہ رہ جاتی ہیں،انکا ہمارے پورے نظام میں کوئی والی وارث نہیں۔جو خواتین تیزاب سے جھلس کر مر جاتی ہیں،وہ تو خوش قسمت ہیں۔کم از کم انہیں دنیاوی دوزخ سے ابدی نجات تو مل جاتی ہے۔مگر انکی تیزاب سے جھلسی ہوئی روحیں مرنے کے بعد بھی مسلسل انصاف مانگتی ہیں!

راؤ منظر حیات